تکفیر صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا حکم

تحریر

مفتی عبید الرحمان صاحب

رئیس دار الافتاء والارشاد، مردان

مکتبہ دار التقویٰ، مردان

تکفیرِ صحابہ کا حکم

اس بات میں کوئی شک نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جن شخصیات کو حضور نبی اکرم ﷺ کی صحبت ورفاقت کے لئے منتخب کیا گیا ، وہ اس امت کے بہترین لوگ ہیں، ان کی شان میں گستاخی کرنا حرام اور سخت گناہ کی بات ہے جو ابدی شقاوت، لعنت خداوندی اور حرمان نصیبی کا موجب ہے ، لیکن کیا اگر کوئی شخص ان پاکباز شخصیات کو کافر قرار دیتا ہے تو وہ کافر ہو جائے گا یا نہیں؟ بالفاظ دیگر کیا تکفیر صحابہ موجبِ کفر ہے یا نہیں؟ یہ اس دور کے سنگین، نازک اور سلگتے مسائل میں سے ایک ہے۔ یہاں اسی مسئلہ کے متعلق چند ضروری باتوں کو ذکر کرنا مقصود ہے۔

لیکن واضح رہے کہ اس مضمون میں شیعہ کے کافر یا مسلمان ہونے کی تحقیق مقصود نہیں ہے ،شیعہ کو محض تکفیرِ صحابہ یا سبِّ صحابہ کی وجہ سے کافر قرار نہیں دیا جاتا بلکہ اس کے اور اسباب بھی ہیں۔ رہا یہ سوال کہ وہ اسباب کیا ہیں ؟ اور کیا وہ واقعۃً کسی شخص یا جماعت کی تکفیر کے لئے کافی ہے یا نہیں؟ تو یہ اس بحث کا مقصود نہیں ہے ،اس کی تفصیل کے لئے حضرت مجدّد الف ثانی رحمہ اللہ کا رسالہ "ردّ روافض [1]"، مولانا منظور نعمانی صاحب کی کتاب "ایرانی انقلاب"، حضرت مفتی

---

[1] حضرت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے "ارشاد الشیعہ" میں حضرت مجدد صاحب رحمہ اللہ کی اس کتاب کی عمدہ تشریح وتخریج فرمائی ہے اور ساتھ اپنی تحقیق ومطالعہ کی روشنی میں اس پر مفید اضافات بھی فرمائے ہیں،اس کی طرف مراجعت کرنا بھی مفید ہے۔

رشید احمد لدھیانوی اور حضرت مولانا یوسف لدھیانوی رحمہم اللہ کے رسائل وکتب کی طرف مراجعت کرنا مناسب ہے۔

مضمون میں سہولت وربط پیدا کرنے کے لئے درج ذیل ترتیب پر تقسیم کیاجاتا ہے:

الف: تنقیحِ مسئلہ

ب: اتفاقی واختلافی صورتیں

ج: دونوں مواقف کے دلائل

د: خلاصہ کلام

تنقیحِ مسئلہ

موجبِ کفر ہونے کا مفہوم

کلامی وفقہی کتابوں میں کسی چیز کو جب موجبِ کفر یا بنائے تکفیر قرار دیاجاتاہے تو اس کا مطلب ہر جگہ ایک نہیں ہوتا، بلکہ:

الف: بسا اوقات تو کسی قول وعمل کو اس لئے موجب کفر قرار دیاجاتاہے کہ وہ بعض صورتوں میں مفضی الی الکفر ہوسکتاہے، ہر احتمال وصورت میں وہ موجب کفر نہیں ہوتا بلکہ بعض تقادیر پر وہ کفر بن سکتاہے۔

ب: مفضی الی الکفر کی ایک صورت یہ ہوتی ہے اور بعض اوقات اسی لئے کسی قول وعمل کو موجب کفر قرار دیاجاتاہے کہ مقدمہ کفر بن سکتاہے، یعنی خود وہ عمل تو کفر نہیں ہوتا لیکن کسی کفریہ قول وفعل کا پیش خیمہ اور مقدمہ ہوتاہے، چنانچہ

بعض اوقات کسی عمل کا ارتکاب کیا جاتا ہے اور وہ خود تو کفر نہیں ہے لیکن اس کی خاصیت یہ ہوتی ہے کہ کرنے والے کو کفر کی دہلیز پر لے پہنچا تا ہے۔

ج: بعض امور کو موجب کفر ٹھہرانے کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ وہ عمل صاف وصریح معنیٰ میں کفر ہوتا ہے جس کی وجہ سے اس کا مرتکب دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔

ان مختلف توجیہات کی وضاحت کے بعد جب ہم سبّ صحابہ یا تکفیر صحابہ پر غور کرتے ہیں تو واضح ہو جاتا ہے کہ پہلی توجیہ کے مطابق یہ عمل موجب کفر ہے جیسا عن قریب اسی مضمون سے واضح ہو جائے گا۔ دوسری توجیہ کے مطابق بھی یہ اقدام موجبِ کفر ہے، احادیث مبارکہ سے وضاحت کے ساتھ معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص بلا کسی استحقاق کے کسی مسلمان کو کافر کہے تو یہ کلمہ کفر دونوں میں سے کسی ایک کے سر پڑتا ہے اگر مخاطب میں کفر کی کوئی بات نہ ہو اور کہنے والے نے یوں ہی اس کو کافر کہا تو یہ کلمہ خود متکلم کی طرف لوٹتا ہے، یعنی یا تو وہ خود اس کہنے سے کافر ہو جاتا ہے یا اس کی وجہ سے وہ کسی کفریہ اعتقاد و عمل کا ارتکاب کر بیٹھتا ہے جس کا نتیجہ یہی ہوتا ہے کہ وہ کافر ہو جاتا ہے۔

یہ تو ایک عام مسلمان کو بلا وجہ کافر قرار دینے کی نحوست ہے، جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے استقامت کے ساتھ اتباعِ شریعت اور خدمتِ دین کی نعمت نصیب فرمائی ہو ان کی گستاخی و تکفیر کا یہ اثر اور بھی غالب ہوتا ہے اور بلاشبہ حضرات صحابہ کرام (رضوان اللہ علیہم اجمعین) ان اوصاف میں پوری امت سے فائق تر ہے جن کو محبوبِ الٰہی ﷺ کی صحبت و رفاقت کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے چنا گیا، اس

لئے ان کے حق میں گستاخی اور ان کے تکفیر کرنے کا یہ اثر تقریباً لازمِ عادی ہے کہ کرنے والا دینِ اسلام کی دولت سے محروم رہ جاتا ہے۔

شیخ الہند مولانا محمود الحسن رحمہ اللہ نے "ادلہ کاملہ" کے نام سے ایک کتاب لکھی جس میں فقہائے احناف کے مختلف مسائل پر اٹھائے گئے اعتراضات کے جوابات دئے، اس کی تردید وجواب میں ایک غیر مقلد عالم محمد احسن امروہی نے "مصباح الادلۃ" کے نام سے ایک کتاب لکھی جس میں حضرات مجتہدین وفقہاء خصوصاً حضرت امام صاحب رحمہ اللہ کے متعلق بڑی تند وتیز زبان استعمال کی، مولانا محمود الحسن رحمہ اللہ نے اس کا جو جواب لکھا اس میں یہ بھی تحریر فرمایا کہ:

"مجتہد صاحب ان شاء اللہ مُسلم ہیں، گو بد فہم اور متعصب و کج طبع ہیں اور ہر چند عباد صالحین وعلماء دین کی شان میں گستاخ اور مقلد طریقہ رفاض ہیں، اور اگرچہ تکفیر مومنین میں معتزلہ اور خوارج کا شاگرد ہیں، اور یہ امور گو یقیناً سخت خوف ناک ہیں اور سببِ خذلان وہلاک ہیں۔"[1]

کچھ ہی عرصہ بعد یہی ہوا کہ وہ صاحب قادیانی کے دام فریب میں پھنس کر اپنی دین وایمان کا سودا کر بیٹھا۔

عام مشاہدہ وتجربہ یہی ہے اور مشاہدہ بجائے خود ایک قابلِ اعتناء چیز ہے جس سے ہم اپنے روز مرہ زندگی کے بہت سے نشیب وفراز میں فائدہ اٹھاتے اور سبق حاصل کرتے رہتے ہیں، لیکن یہاں صرف تجربہ ہی نہیں ہے بلکہ روایات سے

---

[1] ایضاح الادلۃ، ص ۳۷

بھی اس مفہوم کی پوری پوری تائید ہو جاتی ہے ، چنانچہ بہت سی روایات میں حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی گستاخی کرنے پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے لعنت کی سزاوارد ہوئی ہے اور لعنت یہی ہے کہ کسی کو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور کیا جائے جبکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بڑی اور اہم رحمت یہی ہوتی ہے کہ بندے کو ایمان کی دولت وثروت نصیب ہو جائے، لہٰذا ملعون ہو جانے کا ایک بڑا اثر یہی ہوتا ہے کہ دین کی دولت سے محروم ہو جاتا ہے۔

نیز حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یقیناً اللہ تعالیٰ کے اولیاء ہیں اور روایات میں ذکر ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے اولیاء کے ساتھ دشمنی کرتا ہے تو گویا اس نے میرے ساتھ اعلانِ جنگ کیا، اعلانِ جنگ دشمنی کے بعد کیا جاتا ہے لہٰذا ایسا شخص گویا اللہ تعالیٰ کا دشمن بن گیا اور ہر کوئی یہی چاہتا ہے کہ دشمن کی سب سے قیمتی متاع کو نقصان پہنچایا جائے اور دشمن کو اپنے سب سے قیمتی سامان سے محروم کر دیا جائے، جبکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں تو دنیا کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے، اگر کچھ قیمت ہے تو اسی نعمت دین وایمان کی ہے۔

تکفیرِ صحابہ کے کفر ہونے کی بعض اتفاقی صورتیں

رہی تیسری توجیہ، یعنی یہ کہ کیا خود تکفیر صحابہ ایسا عمل ہے جس کی وجہ سے انسان کافر ہو جاتا ہے یا نہیں؟ تو چونکہ حضرات اشاعرہ وماتریدیہ کے نزدیک کفر وایمان کا تعلق قلب کے ساتھ ہے، تصدیق بالقلب کو ایمان کہا جاتا ہے اور اگر یہ تصدیق نہ ہو تو اس کو کفر سے تعبیر کیا جاتا ہے، اس لئے اعمال واقوال کے ساتھ

ساتھ مقاصد واغراض کو بھی ملاحظہ کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے، زیرِ بحث مسئلہ میں اسی پہلو کے پیشِ نظر غور کرنا ضروری ہے، لہٰذا:

الف: اگر کوئی حضرات صحابہ کی گستاخی یا تکفیر صحبت کی وجہ سے کرے کہ انہوں نے کیوں حضور ﷺ کی صحبت اختیار کی اور کیوں ان کی مدد ونصرت کی، اور ان کے دین وشریعت کی حفاظت وتبلیغ کی؟ یا اس کے علاوہ کسی واضح دینی نسبت کی وجہ سے ان کی تکفیر کرے، تو اس جذبہ سے تکفیر یا گستاخی کرنا یقیناً کفر ہے، اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔

ب: اگر ایسی کسی واضح دینی نسبت کی وجہ سے نہیں، بلکہ یوں ہی تکفیر وتوہین کا اقدام کرتا ہے، مثال کے طور پر کوئی شخص خدانا کردہ اسی واضح ومسلمہ بات ہی کا انکار کرے کہ حضرات صحابہ کرام مسلمان تھے بلکہ۔ نعوذ باللہ۔ وہ حضرات صحابہ کرام (رضوان اللہ علیہم اجمعین) کو دشمنانِ اسلام سمجھ کر ایسی حرکت کرتا ہے تو فی نفسہ یہ عمل تو کفر نہیں ہے، کیونکہ قرآن وحدیث میں جس طرح اللہ تعالیٰ، ملائکہ اور حضرات انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام پر ایمان لانے کا حکم دیا گیا ہے، اسی طرح حضرات صحابہ کرام پر ایمان لانے کا حکم کسی قطعی نص میں نہیں دیا گیا، البتہ بعض صورتوں میں ایسا اقدام کرنا کفر بن سکتا ہے جس کا ضابطہ یہی ہے کہ اگر اس اقدام کی وجہ سے دینِ اسلام کے کسی قطعی حکم کا انکار لازم آئے تو یہ عمل موجبِ کفر ہوگا ورنہ نہیں۔

کن صورتوں میں تکفیر صحابہ انکارِ نصوص ہے؟

اب تنقیح طلب بات یہ ہے کہ کوئی شخص حضرات صحابہ کرام۔رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔کو مسلمان نہ سمجھے اور اسی لئے ان حضرات کی تکفیر کرتا ہے تو اس کی وجہ سے کونسے دینی قطعی نصوص یا احکام کی مخالفت لازم آتی ہے جس کی وجہ سے اس کو موجب کفر قرار دیا جائے؟ یا بالفاظ دیگر اس اعتقاد کی وجہ سے تکفیر صحابہ کب کفر بنتاہے؟اس کا جواب یہ ہے کہ مثلاً:

۱: کوئی شخص تمام صحابہ کرام کو کافر قرار دے کہ صحابہ کرام میں سے کوئی بھی مسلمان نہیں تھا۔یہ کفر ہے کیونکہ قرآن کریم کی متعدد آیات میں حضرات صحابہ کرام کی تعریف کی گئی ہے،ان کے لئے اللہ تعالیٰ کی رضامندی اور جنت کی بشارتیں دی گئی ہیں، جبکہ یہ یقینی بات ہے کہ یہ دونوں انعامات کافر کو نصیب نہیں ہوں گے،اب اگر وہ سب کے سب کافر ہی تھے تو اللہ تعالیٰ کی رضامندی اور جنت کی خوشخبری کیونکر حاصل ہوئی؟

۲: کوئی اپنی شقاوت کی وجہ سے حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر وہ تہمت باندھے جس سے قرآن کریم نے ان کی براءت فرمائی ہے اور اس کو "افک" قرار دیاہے۔یہ اس لئے کفر ہے کہ اس سے ان قرآنی نصوص کی تکذیب ہو جاتی ہے جن میں اس تہمت کی تردید فرمائی گئی ہے۔

۳: حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مطلقِ صحبت کا انکار کرے۔اس کے کفر ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ سورۃ براءت میں جو لفظ "لصاحبہ" وارد ہے، اس کے انکار کو متضمن ہے، ارشادِ خداوندی ہے:

{إِلَّا تَنْصُرُوهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللهُ إِذْ أَخْرَجَهُ الَّذِينَ كَفَرُوا ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللهَ مَعَنَا} [التوبة: ٤٠]

ترجمہ: "اگر تم رسول کی مدد نہ کروگے تو اس کی اللہ نے مدد کی ہے جس وقت اسے کافروں نے نکالا تھا کہ وہ دو میں سے دوسرا تھا جب وہ دونوں غار میں تھے جب وہ اپنے ساتھی سے کہہ رہا تھا تو غم نہ کھا بیشک اللہ ہمارے ساتھ ہے"۔

اس آیت کریمہ میں "صاحبہ" سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی مراد ہے۔

۴: کوئی شخص۔ معاذ اللہ۔ کسی ایسے مخصوص صحابی کو کافر قرار دے جن کی صحبت قطعی نہ ہو یعنیٰ ان کے صحابی ہونے سے متعلق کوئی قطعی نص موجود نہ ہو تو ایسے صحابی کی تکفیر فی نفسہ کفر نہیں ہے گو ایسی شخصیات کی تکفیر کا ثمرہ عام طور پر یہی ظاہر ہوتا ہے کہ ایسے کم نصیب لوگ ایمان کی دولت سے محروم ہو ہی جاتے ہیں، لیکن فی نفسہ تکفیر موجب کفر نہیں ہے۔ وجہ اس کی ظاہر ہے کہ اس کی وجہ سے کسی قطعی نص کی تکذیب یا انکار لازم نہیں آتا۔

حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا دیگر بعض صحابہ کرام سے جو منقول ہے کہ انہوں نے کچھ ظاہری اعمال کی وجہ سے بعض صحابہ کے متعلق کافر یا منافق کا لفظ کہا اور حضور نبی کریم ﷺ سے اس کے قتل کرنے کی اجازت چاہی، اس کے جواب میں حضور ﷺ نے ان کی تردید یا ممانعت فرمائی نہ ہی ان کو تجدید دین و ایمان کا حکم دیا، وہ اسی پر محمول ہے کہ ایسا کرنا کسی نص کے انکار کی بنیاد

پر تھا نہ ہی اس سے کسی نص کی تکذیب لازم آرہی تھی، بلکہ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ نے بھی کسی دلیل کے بنیاد پر ایسا اقدام کیا تھا۔

جمہور صحابہ یا مخصوص صحابہ کی تکفیر کا حکم

درج بالا صورتوں کے علاوہ اگر کوئی شخص بعض حضرات صحابہ کرام کی تکفیر کرتا ہے، مثال کے طور پر کچھ صحابہ کرام کا استثناء کرنے کے بعد جمہور صحابہ کرام کی تکفیر کرے، تو کیا اس عمل کی وجہ سے اس کو کافر قرار دیا جائے گا یا نہیں؟ اس میں متقدمین کے دور سے لیکر آج تک اہلِ علم کی رائے مختلف رہی ہے، بعض اہلِ علم کے نزدیک یہ کفر ہے جبکہ بعض علماء کے نزدیک یہ فسق وفجور کی شدید و شنیع صورت تو ہی ہے مگر ایسا کفر نہیں ہے جس کی وجہ سے کسی کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا جاسکے۔

متقدمین میں سے کئی فقہائے و محدثین کی یہی تحقیق ہے[1] اور ہمارے برصغیر کے علماء متاخرین میں سے حضرت مجدد الف ثانی، حضرت امام شاہ عبد

---

[1] کویت کے "موسوعہ فقہیہ" میں اس کو شوافع، (مشہور قول کے مطابق) حنابلہ، بعض اہل حدیث کا مذہب اور موالک میں سے علامہ سحنون مالکی رحمہم اللہ کا موقف قرار دیا گیا ہے۔ حافظ سخاوی، امام حافظ ابو زرعہ رازی رحمہ اللہ کا قول نقل کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

إذا رأيت الرجل ينتقص أحدا من أصحاب رسول الله – صلى الله عليه وسلم – فاعلم أنه زنديق ; وذلك أن الرسول – صلى الله عليه وسلم – حق، والقرآن حق، وما جاء به حق، وإنما أدى إلينا ذلك كله الصحابة، وهؤلاء يريدون أن يجرحوا شهودنا ; ليبطلوا الكتاب والسنة. والجرح بهم أولى، وهم زنادقة. فتح المغيث بشرح ألفية الحديث،معرفة الصحابة،ج٤ص٩٥.

امام طحاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: نری حبھم دینا وإیمانا وإحسانا، وبغضھم کفرا ونفاقا وطغیانا. العقیدۃ الطحاویۃ،ص: ١٩.مکتبۃ البشری.

العزیز دہلوی[1]، حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی[2]، علامہ محمود آلوسی[3]، حضرت علامہ رشید احمد گنگوہی[4]، علامہ انور شاہ کشمیری[5] وغیرہ (رحمہم اللہ تعالیٰ) شامل ہیں، جبکہ دوسری رائے بھی علماء متقدمین میں سے کئی محدثین وفقہائے وغیرہ اہل علم کی ہے[6]، اور متاخرین میں سے علامہ ابن عابدین شامی رحمہ اللہ تعالیٰ کی یہی رائے ہے جنہوں نے اس موضوع پر بڑی تفصیلی بحث فرمائی ہے۔

یہاں دونوں موقف کے دلائل اور طریقہ استدلال ذکر کیا جاتا ہے اور ساتھ اس کی تشریح وتوضیح کی جاتی ہے۔

امام سرخسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ قرآن وسنت میں ان کی مدح وثناء کی گئی ہے اور ہمیں شریعت انہی کی وساطت سے ملی ہے، اس کے بعد تحریر فرماتے ہیں:

"مَن طعن فيهم فَهُوَ ملحد منابذ لِلْإِسْلَامِ دواؤه السَّيْف إِن لم يتب". أصول السرخسي،ج٢ص ١٣٤.

[1] فتاویٰ عزیزی ص:۳۸۵تا۳۸۸۔۴۱۰

[2] السیف المسلول، ص۴۹۷و۵۲۲

[3] آپ نے متعدد مقامات میں اس موضوع پر بحث فرمائی ہے، کچھ عبارات اسی مضمون میں آرہی ہے ان شاء اللہ۔

[4] باقیات فتاوی رشیدیہ، کتاب الایمان والعقائد، ص۳۰

[5] العرف الشذي شرح سنن الترمذي، باب ماجاء ويل للأعقاب من النار، ص۸۱

[6] کویت کے "موسوعہ فقہیہ" میں اس کو حنفیہ، (راجح قول کے مطابق) مو الک کا مذہب اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ کا ایک قول قرار دیا گیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں: الموسوعة الفقهية الكويتية، مادة "تكفير"، ج۱۳ص۲۳۱۔

امام ابن المنذر رحمہ اللہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک اثر سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

قال أبو بكر: فأما من بعد رسول الله – صلى الله عليه وسلم –، فلا أعلم أحدا يوجب قتل من سب من بعد رسول الله– صلى الله عليه وسلم. الإشراف على مذاهب العلماء،باب ما يجب على من سب نبي الله – صلى الله عليه وسلم، ج٨ص٦١.

پہلی دلیل: قرآن کریم کی متعدد آیات کا انکار

قرآن وحدیث میں حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے متعدد فضائل وارد ہوئے ہیں، یہ فضائل ایسے ہیں جو کفر کے ساتھ جمع نہیں ہوسکتے، اگر ان کو کافر ٹھہرادیاجائے تو یہ فضائل کسی طرح ثابت نہیں ہوسکتے، اس لئے تکفیر کی صورت میں ان فضائل والے نصوص کا انکار کرنا لازم آتا ہے جس کا موجبِ کفر ہوناواضح ہے۔ یہاں ذیل میں کچھ فضائل کا ذکر کیاجاتاہے:

پہلی آیت

{وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي تَحْتَهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ} [التوبة: ١٠٠]

ترجمہ: "اور جو لوگ قدیم میں پہلے ہجرت کرنے والوں اور مدد دینے والوں میں سے اور وہ لوگ جو نیکی میں ان کی پیروی کرنے والے ہیں اللہ ان سے راضی ہوئے اور وہ اس سے راضی ہوئے ان کے لیے ایسے باغ تیار کیے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں ان میں ہمیشہ رہیں گے یہ بڑی کامیابی ہے۔"

اس آیت میں "السابقون" بھی جمع ہے اور "والذین اتبعوہم" بھی۔ دونوں کے متعلق اللہ تعالیٰ کی رضامندی اور جنت میں ہمیشہ کے لئے داخل ہونے کی خوشخبری دی گئی ہے، اور الف لام استغراق کے لئے ہے، اس لئے سب مہاجرین ،انصاراور احسان کے ساتھ ان کی اتباع کرنے والے حضرات اس میں داخل ہیں،

الف لام ادواتِ عموم میں سے ہے، اس لئے یہ نص درج بالا سب حضرات کے لئے عام ہے اور عام قطعی ہوتا ہے۔

البتہ عام کا قطعی ہونا متفق نہیں ہے، بلکہ ایک اصولی اجتہادی نوعیت کا مسئلہ ہے، جس میں بہت سے اصولیین کا موقف اس کے خلاف ہے، نیز الف لام کا استغراق کے لئے ہونا اگرچہ دلیل وبرہان کی رو سے ارجح واصح ہے لیکن اس کو ہر لحاظ سے قطعی قرار دینا مشکل ہے، اگر کوئی شخص اس کا انکار کرتا ہے تو وہ کسی عام نص کا انکار متصور نہیں ہوگا بلکہ گویا خود عموم یا عام ہونے کا انکار ہے جو موجب کفر نہیں ہے بلکہ دلیل ونیک نیتی پر مبنی ہو تو بسااوقات موجب گناہ بھی نہیں ہے۔ تاہم خود "السابقون" اور "الذین" صیغوں کا عام ہونا متیقن ہے اس میں اگر تخصیص کا دعویٰ کیا بھی جائے تو بھی کم از کم تین افراد کو اس کے تحت داخل ماننا اور ان کے حق میں اس نص کی فضیلت تسلیم کرنا لازم ہے ورنہ نص کا کلیۃ ترک کرنا لازم آئے گا جبکہ اعتقادی طور پر کسی متواتر نص کا ترک کرنا بلاشبہ کفر ہے۔

اب اگر کوئی شخص تین پانچ صحابہ کرام کے علاوہ سب کو کافر قرار دیتا ہے تو وہ اس نص کا تارک ہی شمار ہوگا، مثال کے طور پر کوئی کہے کہ صحابہ کرام میں سے حضرت علی، حضرت سیدہ فاطمہ، حضرت سلمان فارسی، حضرت عمار بن یاسر اور حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے علاوہ سب کافر و مرتد تھے۔ ان پانچوں حضرات کا تعلق مہاجرین کے ساتھ تھا تو انصار کی حد تک نص کا گویا اس نے انکار کیا۔

دوسری آیت:

{وَالَّـذِينَ آمَنُـوا وَهَـاجَرُوا وَجَاهَـدُوا فِي سَـبِيلِ اللهِّ وَالَّـذِينَ آوَوْا وَنَصَرُوا أُولَئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا لَهُمْ مَغْفِـرَةٌ وَرِزْقٌ كَـرِيمٌ (٧٤)}
[الأنفال: ٧٤]

"اور جو لوگ ایمان لائے اور اپنے گھر چھوڑے اور اللہ کی راہ میں لڑے اور جن لوگوں نے انہیں جگہ دی اور ان کی مدد کی وہی سچے مسلمان ہیں ان کے لیے بخشش اور عزت کی روزی ہے۔"

یہاں بھی وہی تفصیل ہے جو ما قبل آیت کریمہ میں ذکر کی جاچکی ہے۔ سابقہ آیت کی طرح یہاں بھی اللہ تعالی کی راہ میں ہجرت اور جہاد کرنے والے، اور ان جیسے لوگوں کی نصرت کرنے اور ٹھکانہ دینے والوں، یعنی مہاجرین وانصار کو الگ الگ کرکے ذکر کیا گیا ہے اور ساتھ ان کو سچے مسلمان قرار دیا گیا ہے، ان کے لئے مغفرت اور بہتر رزق کا مژدہ سنایا گیا ہے۔ اصلاً تو یہاں بھی استغراق ہی ہے ، لیکن کوئی شخص اگر استغراق نہ بھی تسلیم کرے تو بھی کم از کم اتنے افراد کے حق میں تو اس نص کو تسلیم کرنا فرض ہے جس سے اس نص پر عمل ہوسکے ورنہ تو اس نص کا اعتقادی ترک واضح ہے جو کہ بلاشبہ موجبِ کفر ہے۔

تیسری آیت:

{لَقَدْ رَضِيَ اللهُّ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَـابَهُمْ فَتْحًـا قَرِيبًـا (١٨) وَمَغَـانِمَ كَثِيرَةً يَأْخُذُونَهَا وَكَانَ اللهُّ عَزِيزًا حَكِيمًا } [الفتح: ١٨، ١٩]

ترجمہ: "بیشک اللہ مسلمانوں سے راضی ہوا جب وہ آپ سے درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے پھر اس نے جان لیا جو کچھ ان کے دلوں میں تھا پس اس نے ان پر اطمینان نازل کر دیا اور انہیں جلد ہی فتح دے دی۔ اور بہت سی غنیمتیں بھی دے گا جنہیں وہ لیں گے اور اللہ زبردست حکمت والا ہے۔"

سابقہ آیتوں کے ذیل میں جو تقریر کی گئی، اسی کے پیشِ نظر یہاں بھی بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے مسلمان ہونے اور اللہ تعالیٰ کی رضامندی کا ان کو حاصل ماننا فرض ہے جن کو "بیعتِ رضوان" کی سعادت حاصل ہوئی ہو۔ بیعت رضوان کے موقع پر حضرت عمار بن یاسر، مقداد بن الاسود، سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کا نہ ہونا ظاہر ہے، اب اگر اس موقع پر موجود اور اس سعادت سے مشرف سب حضرات صحابہ کرام نعوذ باللہ کافر یا منافق تھے، صرف سیدنا حضرت علی اور سیدنا حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہی مسلمان تھے تو اس نص کا تقاضا پورا نہیں ہوا۔

اگر اس وقت مسلمان اور بعد میں مرتد ہونے کا بے سر وپا افسانہ فرض کر لیا جائے [1] تو بھی رضاءِ خداوندی کی نعمت کیونکر ایسے لوگوں کو نصیب ہو سکتی ہے جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا کہ آئندہ ارتداد اختیار کریں گے؟ جبکہ آیت کریمہ میں "لقد رضی" تین تاکیدات کے ساتھ اس کا ذکر کیا گیا ہے۔

---

[1] خود اہل تشیع کا بھی یہ موقف نہیں ہے بلکہ ان کے بدنصیب محققین کے نزدیک حضرات خلفائے ثلاثہ اور دیگر حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین ابتدا سے کافر تھے، ان کا قبول اسلام منافقانہ طور پر تھا، نعوذ باللہ من ہذہ الہفوات۔

دوسری دلیل: احادیثِ فضائل صحابہ

احادیثِ مبارکہ میں صحابہ کرام کے مختلف فضائل منقول ہیں، بعض فضائل مختلف افرادِ صحابہ سے متعلق ہیں (مثلاً حضرات خلفاء راشدین، بالخصوص حضرات شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہم) اور بعض پوری جماعت کے متعلق۔ اگر جماعت صحابہ کرام کو (معاذ اللہ) کافر قرار دیا جائے تو ان فضائل کا انکار لازم آتا ہے جو کہ کفر ہے۔

علامہ شامی رحمہ اللہ وغیرہ نے اس پر یہ اشکال فرمایا کہ یہ احادیث تو اخبارِ آحاد ہیں جو موجب علم ویقین نہیں ہیں، اس لئے اس کا انکار موجب کفر نہیں ہے۔ آپ تحریر فرماتے ہیں:

ليس في تكفير سابّ الصحابة أو الشيخين إجماع ولا كتاب، بلّ احاديث أحاد الإسناد ظنّية الدّلالة.[١]

ترجمہ: "عام صحابہ کرامؓ یا حضرات شیخینؓ کو گالی دینے والے کی تکفیر کے بارے میں کتاب اللہ یا اجماع امت نقل نہیں، اس بارے میں بعض خبر واحد وارد ہیں جو ظنی الدلالۃ ہیں"۔

حضرت مجدد صاحب رحمہ اللہ کی طرف سے اس کا جواب یہ ہے کہ فضائل صحابہ میں وارد شدہ یہ روایات گو انفرادی لحاظ سے اخبار آحاد ہیں لیکن مجموعی طور پر ان تمام روایات کو جمع کرنے سے اس میں تواتر قدرِ مشترک یا تواتر معنوی متحقق ہو جاتی ہیں۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

---

[١] تنبيه الولاة والحكام ،ص٢٠٠.

"ایسی احادیث جو صحابہ کی مدح میں وارد ہوئی ہیں، بکثرت موجود ہیں اور اس درجہ کی ہیں کہ کثرتِ طرق اور تعدد روایت کے لحاظ سے درجہ شہرت بلکہ معنوی تواتر کے مرتبہ پر پہنچ چکی ہیں۔"[1]

ایک دوسری جگہ علمائے ماوراء النہر کے ایک دلیل پر شیعوں کا اعتراض تحریر فرماتے ہیں کہ:

"نیز شیعہ نے طریق منع یہ کہا(احادیث مدح اگر مان بھی لی جائیں تو وہ خبر واحد ہیں)اور خبر واحد کی مخالفت کو موجب کفر قرار دینا قابلِ تسلیم نہیں، اس لئے کہ اخبار آحاد کی مخالفت مجتہدین(اہلسنت) کی طرف سے بھی وقوع پذیر ہوئی ہے۔"

پھر خود ہی اس اعتراض کا جواب دیتے ہیں کہ:

"واضح رہے کہ جو احادیث خلفائے ثلاثہ کی تعریف و تعظیم کے سلسلہ میں وارد ہوئی ہیں وہ اگرچہ الفاظ کے اعتبار سے اخبارآحاد ہیں لیکن راویوں کی کثرت اور طرق کی تعدد و تکثر کی بناء پر تواتر معنوی کے درجہ پر پہنچی ہوئی ہیں جیسا کہ اوپر گزرا، اور بلا شک وشبہ ان کے مدلول سے انکار کرنا کفر ہے۔"[2]

تیسری دلیل: تواتر

تکفیرِ صحابہ کے کفر ہونے کی تیسری دلیل یہ دی جاتی ہے کہ حضرات صحابہ کرام عموماًاور حضرات خلفاء ثلاثہ یا شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کا ایمان واسلام اور ان کی تقویٰ وطہارت تواتر کے ساتھ ثابت ہے لہٰذا جو شخص اس کا انکار کرتا ہے وہ متواتر کا انکار کرتا ہے جو کہ کفر ہے۔

---

[1] رد روافض، ص ۵۹

[2] ص ۶۴

جن فقہاء و محققین کے نزدیک ایسا کرنا موجبِ کفر نہیں ہے، ان کی طرف سے اس پر یہ اشکال فرمایا گیا کہ ہر متواتر کا انکار کفر نہیں ہے چنانچہ اگر کوئی شخص پاکستان یا کشمیر کے وجود کا منکر ہے تو گو ان دونوں کا وجود یقیناً تواتر کے ساتھ ثابت ہے لیکن اس کا انکار کفر ہے نہ فسق۔ اگر متواتر چیز کا تعلق دین کے ساتھ ہو تو اس کا انکار کفر ہے ورنہ نہیں ہے۔

دوسری جانب سے اس کا جواب یہ دیا جاسکتا ہے کہ اگر کوئی چیز قرآن وسنت سے تواتر کے ساتھ ثابت ہو تو اس پر ایمان لانا فرض ہے اور اس کا انکار کرنا کفر ہے چاہے اس کا تعلق بظاہر دین کے ساتھ نہ ہو۔ مثال کے طور پر فرعون، ہامان، اور قارون کا ذکر قرآن وحدیث میں تواتر کے ساتھ موجود ہے اگر کوئی شخص ان تینوں کے وجود کا منکر ہے تو بلاشبہ وہ کافر ہے اگر چہ بظاہر ان تینوں کے وجود پر ایمان واعتقاد کا دین اسلام کے ساتھ کوئی خاص تعلق نہیں ہے، لیکن پھر بھی کفر ہے کیونکہ اس کا انکار یقیناً تکذیب شارع ہے۔ لہٰذا زیر بحث مسئلہ میں اگر تواتر کی بنیاد قرآن وسنت کے نصوص پر ہے اور اس سے وہی تواتر مراد ہے تو اس کا انکار بلاشبہ کفر ہونا چاہئے، اور اگر تواتر سے مراد عام لوگوں کا تواتر ہے کہ (نصوص کی روشنی کے بغیر) حضرات صحابہ کرام کا مسلمان وعادل ہونا ہر ایک عام وخاص کے زبان زد ہے تو یہ دوسری بات ہے، اس کا انکار موجبِ کفر نہیں ہے جب تک کہ اس سے کسی قطعی اجماع کی تکذیب لازم نہ آجائے۔

چوتھی دلیل: تکفیرِ مسلم

تکفیرِ صحابہ کے موجبِ کفر ہونے کے جو فقہائے و متکلمین قائل ہیں، ان کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ صحیح حدیث میں وارد ہے:

عن أبي هريرة رضي الله عنه: أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: «إذا قال الرجل لأخيه يا كافر، فقد باء به أحدهما.[١]

ترجمہ:"آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: جو اپنے بھائی کو کافر کہے تو اس کا وبال ضرور ان میں سے ایک پر پڑتا ہے۔"

صحیح مسلم میں ہے:

عن عبد الله بن دينار أنه سمع ابن عمر، يقول: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: " أيما امرئ قال لأخيه: يا كافر، فقد باء بها أحدهما، إن كان كما قال، وإلا رجعت عليه ".[٢]

ترجمہ:"جو شخص اپنے بھائی کو کافر کہے اس کا وبال ان میں سے ایک پر ضرور پڑتا ہے، چنانچہ اگر وہ واقعی کافر ہو تو اس پر ورنہ اس کا وبال کہنے والے پر لوٹتا ہے۔"

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص دوسرے کو کافر کہے تو اگر وہ مخاطب کفر کا واقعۃً مستحق ہو تو ٹھیک، ورنہ تو کلمہ کفر خود کہنے والے کی طرف لوٹتی ہے۔ بظاہر اس سے معلوم ہوتا ہے کہ متکلم خود کافر ہو جائے گا، طریقہ استدلال یہ ہے کہ حضرات صحابہ کرام خصوصاً حضرات شیخین

---

[١] صحيح البخاري،باب من كفر أخاه بغير تأويل فهو كما قال،رقم الحديث:٦١٠٣.

[٢] صحيح مسلم،كتاب الإيمان،باب بيان حال إيمان من قال لأخيه المسلم: يا كافر.

رضی اللہ تعالیٰ عنہم یقیناً مسلمان تھے ان میں کوئی وجہ کفر دور دور تک بھی موجود نہ تھا اب اگر کوئی شخص جرات کر کے انہیں کافر قرار دیتا ہے تو چونکہ وہ یقیناً اس کفر کا محل نہ تھے اس لئے یہ کفر خود کہنے والے کی طرف لوٹ جائے گی اور خود ہی کافر ہو جائے گا۔

یہ دلیل امام تقی الدین علی سبکی رحمہ اللہ نے بڑی شدت و قوت کے ساتھ بیان فرمائی ہے، آپ تحریر فرماتے ہیں:

احتج المكفرون للشيعة والخوارج بتكفيرهم لأعلام الصحابة رضي الله عنهم وتكذيب النبي صلىٰ الله عليه وسلم في قطعه لهم بالجنة. وهذا عندي احتجاج صحيح فيمن ثبت عليه تكفير أولئك.

ترجمہ: "جن حضرات نے خوارج یا روافض کی تکفیر کی ہے ان کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ چونکہ ان بدبختوں نے اجلہ صحابہ کرامؓ کی تکفیر کی جس کی وجہ سے آپ ﷺ کا ان کے بارے میں قطعی طور پر جنت کی دی ہوئی بشارت کی تکذیب لازم آتی ہے، چنانچہ جو بھی اس کا ارتکاب کرے میرے نزدیک ان کے بارے میں یہ استدلال درست ہے۔"

اس پر اشکال یہ ہوتا ہے کہ محض تکفیر مسلم کی بنیاد پر کسی کو تبھی کافر قرار دیا جا سکتا ہے جبکہ درج ذیل باتوں کا یقین ہو:

ا: مخاطب (جس کو ناحق کافر قرار دیا جاتا ہو) یقیناً مسلمان ہو اور اس کا مسلمان ہونا یقین کے ساتھ ثابت ہو۔ اور اگر کسی فوت شدہ فرد کی تکفیر کا مسئلہ ہو تو ضروری ہے کہ مرتے دم اس کا مسلمان ہونا یقینی ہو۔ اگر وہ یقیناً مسلمان نہ ہو تو ہم

کیونکر یقین کر سکتے ہیں کہ کلمہ کفر اس پر لگا نہیں بلکہ واپس ہو کر متکلم کی طرف لوٹ آیا! محض اس غیر یقینی بنیاد پر کیونکر متکلم کو کافر قرار دیا جاسکتا ہے؟

۲: متکلم کو اس کا مسلمان ہونا معلوم بھی ہو۔ اگر خود متکلم کو اس کا علم نہ ہو تو ایسا کرنا گناہ و معصیت اور ظلم و تعدی تو ہو سکتی ہے لیکن کفر قرار دینا مشکل ہے کہ بنیاد کفر موجود نہیں ہے، متکلم کو معلوم ہونے کی صورت میں وہ گویا کہ اسلام کو کفر کہہ رہا ہے اس لئے اس کو کفر قرار دیا جاتا ہے۔

امام سبکی رحمہ اللہ نے پہلی شرط کے متعلق اشکال کا یہ جواب دیا کہ صحابہ کرام میں سے حضرات عشرہ مبشرہ کا مسلمان ہونا اور اسلام پر ان کا خاتمہ ہونا متیقن ہے، احادیثِ مبارکہ میں ان کو جنت کی بشارت دی گئی ہے۔ یہ احادیث گو متواتر نہیں ہیں لیکن مشہور و مستفیض ہیں اور ساتھ اس پر امت کا اجماع بھی ہے لہٰذا تواتر نہ ہونے کی وجہ سے اگر کچھ کمی رہ گئی تھی تو امت کے اجماع واتفاق سے اس کا بھی جبیرہ ہو جاتا ہے اور اب یقین کے ساتھ ہم ان دس حضرات کو مسلمان بھی کہہ سکتے ہیں اور ساتھ یہ بھی متیقن ہو گیا کہ ان کا خاتمہ بھی ایمان پر ہوا ہے۔

جہاں تک دوسری شرط ہے تو علامہ سبکی رحمہ اللہ نے علامہ آمدی رحمہ اللہ کے حوالہ سے اس کو بطورِ اشکال نقل فرمایا اور پھر اس پر تفصیلی گفتگو فرمائی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ حقیقتِ کفر کے لئے تو اس شرط کا تحقق ضروری ہے لیکن بعض اوقات حقیقتِ کفر کے متیقن نہ ہوتے ہوئے بھی کسی کو کافر قرار دیا جاتا ہے مثال کے طور پر کوئی شخص تصدیق بالقلب کے ہوتے ہوئے یا اس کا اقرار کرتے ہوئے کسی بت کو سجدہ کرتا ہے تو شریعت کی نظر میں اس کو کافر قرار

دیاجائے گا اگر چہ حقیقتِ کفر یعنیٰ تکذیب شارع موجود یا معلوم نہ ہو، تکفیرِ صحابہ کا مسئلہ بھی ایسا ہی ہے، لہٰذا اگر قائل کو ان حضرات کا مسلمان ہونا معلوم نہ بھی ہو تو بھی ظاہری طور پر اجراءِ احکام کی حد تک اس کو کافر قرار دیا جائے گا۔

علامہ سبکی فرماتے ہیں:

فالجواب الذي ذكره الآمدي وغيره هم معذورون فيه لأنهم نظروا إلى حقيقة الكفر والتكذيب وأنه لم يوجد في المكفر،وفاتهم هذا الحديث الذي استدللت أنا به والمأخذ الذي أبديته والعلم عند الله سبحانه وتعالى.

ترجمہ:"جو جواب علامہ آمدی وغیرہ حضرات نے ذکر کیا ہے اس بارے میں وہ معذور ہیں ،کیونکہ ان حضرات نے کفراور تکذیب کی اصل اور بنیاد کو دیکھا،جو کہ تکفیر کرنے والے میں نہیں پائی جاتی اور جس حدیث سے میں نے استدلال کیا ہے اور جس ماخذ کی طرف میری رسائی ہوئی وہ اس کی نظر سے اوجھل رہا۔"

اس پر مزید اشکال یہ ہوتا ہے کہ اگر اس بنیاد پر تکفیر درست ہے تو پھر اگر کوئی شخص دیگر مسلمانوں کو مثلاً ائمہ مجتہدین وغیرہ حضرات کو کافر کہتا ہے تو اس کو کافر قرار دینا چاہئے ؟ علامہ نے اس کا جواب یہ دیا کہ بخاری کی جو روایت اوپر درج کی گئی،اس میں قائل کی طرف کلمہ کفر لوٹنے کی شرط یہ بتائی گئی ہے کہ: «إن كان كما قال وإلا رجعت عليه»۔یعنیٰ متکلم جس کو کافر قرار دے رہا ہے اگر وہ کافر نہ ہو تو یہ کفر قائل کی طرف راجع ہوگا،اور یہ شرط دیگر مسلمانوں میں متیقن نہیں ہے کیونکہ گو وہ ظاہر میں مسلمان ہیں اور شرعی احکام ظاہر پر ہی مبنی ہوتے ہیں

لیکن حقیقتِ اسلام یعنیٰ تصدیق بالقلب تو ایک ایسی چیز ہے جو وحی کے بغیر یقینی طور پر معلوم نہیں ہو سکتی۔ دو ہی قسم کے افراد کے متعلق اس بات کا یقین ہو سکتا ہے: ایک وہ جن کو حضور نبی اکرم ﷺ کی طرف سے جنت میں داخل ہونے کی بشارت دی گئی ہے (اور کسی موجبِ یقین ذریعہ سے ایسی بشارت معلوم بھی ہو جائے) اور دوسری قسم ان افراد کی ہے جن کے ایمان واسلام پر امت کا اجماع واتفاق ہو کیونکہ اجماع امت بھی ایک شرعی دلیل ہے۔[1]

پانچویں دلیل: استحلالِ سبّ[2]

اگر کوئی شخص حضرات صحابہ کرام کی شانِ عالی میں گستاخی کرتا ہے[3] تو اس کے متعلق علمائے محققین کی آراء مختلف ہیں جس کی کچھ تفصیل ابھی تک ذکر کی گئی۔ لیکن اگر کوئی شخص اس کا استحلال کرتا ہے یعنی صرف گستاخی وتوہین ہی نہیں کرتا بلکہ اس کو حلال وجائز بھی سمجھتا ہے تو کیا اس کا بھی یہی حکم ہے؟ جن حضرات نے اس مسئلہ پر کلام کیا ہے تقریباً اکثریت نے یہی ذکر فرمایا ہے کہ سب اگر استحلال کے ساتھ ہو تو یہ بلاشبہ موجب کفر ہے کیونکہ سب کی حرمت قطعی ہے اور

---

[1] ان تمام باتوں کی تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیں: فتاوی السبکي، فصل تکفیر الصحابة، ج۲ ص۵۶۹.

[2] اس کو مستقل دلیل کے طور پر ذکر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ سبّ بصورتِ تکفیر استحلال کی صورت میں ہی متحقق ہو سکتی ہے، عام گالم گلوچ تو لوگ غیظ وغضب کی حالت میں اپنے تصور واعتقاد کے بغیر بھی کر جاتے ہیں چنانچہ عموماً جس پر غصہ کیا جاتا ہے اس کو ٹھیس پہنچانے یا اپنی بھڑاس نکالنے کے لئے آدمی غصہ میں وہ کچھ کہہ جاتا ہے جس کا خود بھی اعتقاد نہیں ہوتا، لیکن تکفیر کا مسئلہ اس سے مختلف ہے اور انسان سنجیدگی کے ساتھ کسی کی تکفیر تب ہی کفر کرتا ہے جب اس کو واقعۃً کافر سمجھتا ہے، اس لئے تکفیر کے ساتھ استحلال گویا لازم عادی ہے۔

[3] یاد رہے کہ تکفیر سبّ وگستاخی کی بدترین صورت ہے۔

قطعی حرام کو حلال سمجھنا کفر ہے۔ جن حضرات محققین کے نزدیک تکفیرِ صحابہ مطلقاً کفر نہیں ہے ان کا بھی یہی موقف ہے کہ استحلال کے ساتھ سب وتوہین کرنا کفر ہے۔

علامہ شامی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

"ینبغي تقیید القول بکفر من سبّ الشیخین بکونه فعله مستحلّا...لاشكّ أنّ الشّتم واللّعن محرّمان وأدنیٰ مراتبهما أنّهما غیبة والغیبة محرّمة بنصّ القرأن فیکون قد استحلّ ما جاء القرأن بتحریمه."

ترجمہ: "جو شخص حضرات شیخین کو گالے دے اسے تب کافر قرار دیا جائے گا جب وہ گالی دینے کو حلال سمجھے، کیونکہ گالی اور لعنت دونوں حرام ہیں، کم از کم غیبت تو ضرور ہے، اور غیبت کا حرام ہونا منصوص ہے، لہذا جو اسے حلال سمجھے دراصل اس نے قرآن کے حرام کردہ کام کو حلال سمجھا (جس کے کفر ہونے میں شک نہیں)"۔

اس پر اجماع سے بھی استدلال فرمایا کہ حضرات شیخین کے توہین حرام ہونے پر اجماع ہے، فرمایا کہ:

"وأیضا انعقد إجماع أهل السنّة والجماعة الذین هم أهل الإجماع علیٰ حرمة سبّ الشیخین ولعنهما وصار ذلك مشهورا بحیث لا یخفیٰ علیٰ أحد من خواصّهم وعوامهم فیکون معلوما من الدّین بالضرورة کحرمة الزّنا وشرب الخمر ولا شكّ في کفر مستحلّ ذلك."

ترجمہ:"حضرات شیخین کی توہین اوراس پر لعن طعن کے حرام ہونے پر اہل سنت والجماعت کا اجماع- جو بجا طور پر اجماع کے اہل ہیں - منعقد ہوا ہے، چنانچہ یہ بات عوام ہو یا خواص کسی سے ڈھکی چھپی نہیں، لہذا یہ ضروریات دین میں سے ہے جیسا کہ زنا اور شراب کی حرمت کا مسئلہ ہے، لہذا اسے حلال سمجھنے والا مسلمان نہیں ہو سکتا۔"

اس کے بعد یہ نتیجہ نکالا کہ یہ حضرات شیخین کی توہین کا حکم نہیں ہے بلکہ

:

"وعلىٰ هذا فالّذي يظهر أنّه لا فرق بين سبّ الشيخين أو غيرهما ممّن علم كونه من الصحابة قطعا كما لوكان السبّ لجملة الصّحابة رضي الله تعالىٰ عنهم."

ترجمہ:"جن ہستیوں کا جماعت صحابہ میں سے ہونا قطعی طور پر معلوم ہے خواہ حضرات شیخین یا کوئی اور ہو، سب کو گالی دینے کا ایک حکم ہے جیسا کہ تمام صحابہ کرام کو گالی دینا حرام ہے (کسی ایک صحابیؓ کو بھی گالی دینا حرام ہے)۔"

اس کے بعد تفصیل سے ذکر فرمایا ہے کہ استحلال تو موجب کفر ہے لیکن تب جبکہ کسی تاویل کے ساتھ نہ ہو، اگر کوئی شخص تاویل کے ساتھ سب کرتا ہے اور اس کو جائز بھی سمجھتا ہے تو اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی، گو اس کی تاویل باطل کیو ں نہ ہو۔ اس پر خوارج کے متعلق حضرت علی رضی اللہ عنہ اور جمہورِ امت کے تعامل سے استدلال فرمایا کہ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ وغیرہ کی تکفیر کی اور صحابہ کرام کی توہین و تکفیر کو جائز بلکہ ضروری اور واجب قرار دیا لیکن پھر بھی

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کی تکفیر کی نہ ہی جمہور امت نے ان کو کافر قرار دیا۔[1]

اب اگر مطلقِ تاویل کا اعتبار کیا جائے اور اس کو مانعِ تکفیر قرار دیا جائے تو تکفیرِ صحابہ کو کفر قرار دینے کی کوئی وجہ نہیں ہے کیونکہ جو لوگ تکفیر صحابہ کے مرتکب ہیں وہ اپنے خود ساختہ تاویلات کے سہارے ہی یہ اقدام کرتے ہیں، بے تاویل کوئی شخص دوسرے کو کیوں کافر کہے! علامہ شامی رحمہ اللہ کا موقف بھی یہی ہے کہ تکفیر صحابہ مطلقاً کفر نہیں ہے۔ لیکن اگر سبّ شیخین کی حرمت پر اجماع کی بات تسلیم کرلی جائے اور اس کے حرام ہونے کو ضروریاتِ دین میں سے شمار کیا جائے جس طرح علامہ شامی رحمہ اللہ نے درج بالا عبارت میں اس کی صراحت فرمائی ہے، تو اس کے بعد یہ پہلو بھی قابلِ غور بن جاتا ہے کہ آیا ضروریاتِ دین میں تاویل کا اعتبار ہے یا نہیں؟ اور اگر کوئی شخص کسی تاویل کے ذریعے ضروریات دین کا انکار کرے یا اعتقادی و عملی لحاظ سے اس کی خلاف ورزی کرے تو اس کی تکفیر کی جاسکتی ہے یا نہیں؟ اور اگر ضروریات دین کے باب میں بھی تاویل کا اعتبار ہے تو آیا اس تاویل کی کوئی حد بھی ہے یا مطلقاً ہر قسم کی تاویل کا اعتبار ہے؟

علامہ تفتازانی رحمہ اللہ اس مسئلہ کے ضمن میں، کہ نصوص میں کہاں تاویل دافع کفر شمار ہوگی اور کہاں نہیں؟ فرماتے ہیں:

---

[1] تنبیه الولاة والحكام، ص١٧٦تا١٧٨.

"مِن النصوص ما عُلم قطعا من الدّين أنّه علىٰ ظاهره فتأويله تكذيب للنبيّ."[1]

ترجمہ:"بعض نصوص ایسے بھی ہیں جن کا اپنے ظاہری معنی میں ہونا قطعی اور یقینی ہے جن کی تاویل کرنا آپ ﷺ کی تکذیب شمار ہوتا ہے۔"

علامہ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وبالجملة حرمة سبّ الصحابة رضي الله تعالىٰ عنهم مما لا ينبغي أن ينتطح فيه كبشان أو يتنازع فيه اثنان. وأطلق غير واحد القول بكفر مرتكب ذلك لما فيه من إنكار ما قام الإجماع عليه قبل ظهور المخالف من فضلهم وشرفهم، ومصادمة المتواتر من الكتاب والسنة القائلين علىٰ أن لهم الزلفىٰ من ربهم. ومن هنا كفر من كفر الرافضة.[2]

ترجمہ:"صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی گستاخی کا حرام ہونا اس میں کسی کا بھی اختلاف نہیں ہو سکتا، کئی ایک علماء کرام نے اس جرم کے مرتکب کی تکفیر کی ہے، کیونکہ اس کی وجہ سے ان کے اس اجماعی فضیلت اور مرتبہ کا انکار لازم آتا ہے جو اس مخالفت سے پہلے وجود میں آئی تھی، اسی طرح یہ کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کی ان متواتر نصوص کا ٹکرانا ہے جن میں ان برگزیدہ انسانوں کے لیے اپنے رب کے ہاں کامیابی اور کامرانی کا تذکرہ ہے، چنانچہ اسی بنیاد پر بعض حضرات نے روافض کی تکفیر کی ہے۔"

---

[1] شرح المقاصد في علم الكلام، ج٥ص٢٢٥.

[2] الأجوبة العراقية على الأسئلة اللاهورية، ج٨٤.

چند صفحات کے بعد مزید فرماتے ہیں کہ:

وبالجملة تكفير أحد من الصحابة رضي الله عنهم الذين تحقق إيمانهم وصدقهم وعدم نفاقهم والإقدام علىٰ لعنه بمجرد شبهة هي أوهن من بيت العنكبوت كفر صريح لا ينبغي أن يتوقف فيه. وللشيعة الذين في زماننا الحظ الأوفىٰ من هذا الكفر.[۱]

ترجمہ:"جن حضرات صحابہ کرام کا ایمان سچا ہے اوران کا نفاق کسی نص سے ثابت نہیں ، محض شبہات کی بناء پر ان میں سے کسی ایک کی تکفیر،توہین یالعن وطعن کرناواضح کفرہے، جس میں شک کی گنجائش نہیں اور ہمارے زمانے کے شیعہ کا اس کفر میں پوراپوراحصہ ہے۔"

خلاصہ کلام

ا:صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے تکفیر کی متنوع صورتیں ہیں اور کسی چیز کے موجبِ کفر بننے کی بھی متعدد مطالب ہیں ، ان میں سے بعض صورتیں تویقیناً موجب کفر ہیں جن کی وجہ سے اس جرم کا مرتکب دائرہ اسلام سے خارج ہوجاتا ہے جس کی پوری تفصیل"تنقیحِ مسئلہ"کے عنوان کے تحت مضمون کی ابتداء میں ذکر کی جاچکی ہے۔

۲:جوصورت مختلف فیہ ہے وہ یہ ہے کہ کوئی شخص جمہور حضرات صحابہ کرام یاحضرات خلفاء ثلاثہ (رضوان اللہ علیہم اجمعین)کی تکفیروتوہین کرتاہے ،ایسا کرنا یقیناً گناہ کبیرہ اور حرام ہے لیکن کیا ایسا کرنا موجب کفر ہے جس سے انسان دائرہ

---

[۱] الأجوبة العراقية على الأسئلة اللاهورية،ص٥٨.

اسلام سے خارج ہو جاتا ہے یا نہیں؟ اس سے متعلق اہلِ علم کی آراء مختلف ہیں: اکثر اہل علم کے نزدیک ایسا کرنا گو مفضی الی الکفر ہے لیکن محض اس کی وجہ سے کسی شخص کا کافر دائرہ اسلام سے خارج قرار دینا درست نہیں ہے جبکہ اہل علم کے ایک جم غفیر کے نزدیک ایسا کرنا کفر ہے۔

۳: ان جیسے علمی و نظریاتی نوعیت کے مسائل میں اہلِ علم اپنی دیانت واخلاص اور علم و تحقیق کی روشنی میں کوئی بھی موقف اختیار کرسکتے ہیں لیکن اپنے موقف کے اظہار میں شرعی مصالح کی رعایت رکھنا ضروری ہوتا ہے۔اظہار موقف کے کسی خاص طریقہ سے اگر شرعی مفاسد جنم لینے کا اندیشہ ہو تو امکانی حد تک اس سے گریز کرلیناضروری ہوتا ہے۔

۴: وطنِ عزیر پاکستان میں کچھ مخفی طاقتوں کی وجہ سے حضرات صحابہ کرام(رضی اللہ عنہم اجمعین)کی توہین و تکفیر اور ان سے اظہار نفرت و تبرا کی لہر وسیع سے وسیع تر ہوتی جارہی ہے،اگر کسی صاحب علم کی تحقیق کے مطابق تکفیر صحابہ کی درج بالا صورت کفر نہ بھی ہو، تو بھی اپنی تحقیق کو ایسے اسلوب میں پیش کرنے سے احتیاط کرنا ضروری ہے جس کی وجہ سے لوگ اس جرم کو ہلکا جانیں یا اس جرم کے مرتکب لوگوں کے ساتھ نرم رویہ اپناکر نت نئے گمراہیوں کی دلدل میں پھنس جائیں۔اصولِ فتویٰ میں سے ہے کہ:

من جهل بأهل زمانه فهو جاهل.

علامہ شامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ليحترز من الوكلاء في الخصومات فإن أحدهم لا يرضى إلا بإثبات دعواه لموكله بأي وجه أمكن ولهم مهارة في الحيل والتزوير، وقلب الكلام وتصوير الباطل بصورة الحق فإذا أخذ الفتوىٰ قهر خصمه ووصل إلىٰ غرضه الفاسد، فلا يحل للمفتي أن يعينه علىٰ ضلاله وقد قالوا من جهل بأهل زمانه فهو جاهل، وقد يسأل عن أمر شرعي، وتدل القرائن للمفتي المتيقظ أن مراده التوصل به إلىٰ غرض فاسد كما شهدناه كثيرا. والحاصل أن غفلة المفتي يلزم منها ضرر عظيم في هذا الزمان والله تعالىٰ المستعان.[1]

ترجمہ: "مفتی کو چاہیے کہ وہ تنازعات میں بنے وکلاء سے دور رہے، کیونکہ ہر وکیل اپنے مؤکل کے دعوی کے اثبات کی فکر میں خواہ اثبات جس طریقہ سے بھی ہو، لگا رہتا ہے اور چونکہ وہ دھوکہ دینے، باطل کو حق کے لبادہ میں ظاہر کرنے میں ماہر ہوتے ہیں، لہذا جب اپنے موافق فتوی حاصل کرے تو مد مقابل کے مقابلے میں طاقتور اور اپنے ناجائز مقصد تک پہنچنے میں کامیاب ہوتا ہے، چنانچہ کسی بھی مفتی کے لیے جائز نہیں کہ وہ اس طرح گناہ کے کاموں میں ان کا مددگار بنے۔ فقہاء کرام نے فرمایا ہے کہ جو شخص اپنے زمانہ کے رسم ورواج سے ناواقف ہو وہ جاہل ہے۔ کبھی کبھار کسی مفتی سے فتوی طلب کیا جاتا ہے جس میں ماہر مفتی کو قرائن سے پتہ چلتا ہے کہ فتوی حاصل کرنے سے ناجائز مقصد کا حصول مقصود ہے جیسا کہ ہم نے بارہا تجربہ کیا ہے۔ خلاصہ یہ کہ مفتی کی معمولی غفلت کی وجہ سے اس زمانہ میں بہت نقصان اٹھانا پڑتا ہے، (لہذا فتوی دینے میں احتیاط سے کام لینا چاہیے)۔"

---

[1] حاشية ابن عابدين على الدر المختار، كتاب القضاء، ج٥ص٣٥٩.

ناکارہ: عبید الرحمن

۶ربیع الاول ۴۲ھ

☆☆☆☆☆☆☆